Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:12 (1980)

ادارۂ تحقیقات اسلامی اور علامہ میمن

محمد محمود میمن

والد محترم علامہ عبدالعزیز میمن مرحوم جو عربی کے عظیم استاد بین الاقوامی شہرت کے عالم، ادیب اور نقاد تھے ۱۹۵۰ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے پروفیسر اور صدر شعبۂ عربی کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تو انہیں مزید ایک سال کی توسیع ملی جو انہوں نے قبول کر لی اور یہ مدت گذار کر ۱۹۵۱ء میں وہ حتمی طور پر ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔ انہوں نے ۱۹۵۳ء تک علی گڑھ میں قیام کیا اور اسی سال مجھ سے ملنے کی غرض سے دیگر متعلقین کے ہمراہ تقسیم ہند کے بعد پہلی مرتبہ پاکستان تشریف لائے۔ یہاں ان کی ملاقات پاکستان میں مصر کے سب سے پہلے سفیر جناب عبدالوہاب عزام بے مرحوم اور عربی کے شیدائی جناب ممتاز حسن مرحوم سیکرٹری مالیات سے ہوئی۔ ان دونوں حضرات نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ عربی کے اس فاضل استاد اور عالم کو یہیں روک لیا جائے تاکہ ان کے تبحر علمی سے پاکستان فیضیاب ہو سکے۔ ۱۹۵۲ء کی پاکستان کی آئین ساز اسمبلی نے ایک تجویز منظور کی تھی اور اس کے تحت حکومت کو یہ سفارش کی تھی کہ حکومت ملک میں اسلامی فکر اور مطالعہ اسلام کے فروغ کے لئے ایک ادارہ قائم کرے۔ یہ بات ان دونوں حضرات کے علم میں تھی چنانچہ ان کی سفارش پر وزارت تعلیم نے والد محترم کو اکتوبر ۱۹۵۳ء میں مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی کراچی کا پہلا ڈائریکٹر مقرر کر کے اس سمت میں ایک عملی قدم اٹھایا۔ (ملاحظہ ہو خط وزارت تعلیم نمبر الف ا-۳۴۳/۵۴ ای پی مورخہ ۲ر اکتوبر ۱۹۵۳ء)۔ والد محترم نے ان دونوں حضرات کے اصرار پر یہ ملازمت قبول کر لی اور ۴ر اکتوبر ۱۹۵۳ء سے اپنے عہدہ کا چارج سنبھالا۔

والد محترم اس وقت ہندوستانی شہری تھے اور صرف مجھ سے ملنے کی غرض سے پاکستان تشریف لائے تھے اس لئے مجبوراً انہیں اکتوبر کے مہینہ میں ہندوستان واپس جانا پڑا۔ چونکہ تحقیقی کام شروع کرنے کے لئے قدیم اور

جدید کتب سے آراستہ کتب خانہ ایک اشد ضرورت ہوتی ہے انہیں وزارت تعلیم نے ہندوستان کے قیام کے دوران یہ کام سپرد کیا کہ وہاں رہ کر اور مختلف مقامات پر جا کر ادارے کے کتب خانے کے لئے نایاب عربی کتابیں، قلمی نسخے اور دیگر ضروری مواد جمع کریں۔ یہ کام انہوں نے بطریق احسن انجام دیا۔ وہ اپریل ۱۹۵۵ء میں دوبارہ ہندوستان سے پاکستان آئے اور یہاں آکر دسمبر ۱۹۵۵ء کے اختتام تک ادارے کی ڈائرکٹری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اسی زمانہ میں کراچی یونیورسٹی نے انہیں مجبور کیا کہ وہ عربی کی پروفیسرشپ اور صدر شعبہ کا عہدہ قبول کر کے یونیورسٹی کی عزت افزائی کریں۔ چنانچہ وزارت تعلیم کی اجازت سے ۲ جنوری ۱۹۵۶ء سے انہوں نے اس درسگاہ کی ملازمت اختیار کی۔ والد محترم فرماتے تھے کہ یہ قدم انہوں نے اس لئے اٹھایا تھا کہ ادارہ اس وقت اپنی تشکیلی منزل میں تھا اور ایک کل وقتی ڈائرکٹر کے اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا انہوں نے عظیم قومی مفاد میں وزارت تعلیم کو مطلع کیا کہ وہ ادارے کا کام بھی اعزازی طور پر پورے انہماک سے جاری رکھیں گے اور انہوں نے ایسا کیا بھی اس لئے کہ ان کا مقصد اس نئے ملک کی علمی خدمت تھی نہ کہ تلاش معاش۔

۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۸ء کے دوران وزارت تعلیم نے والد محترم کو یہ کام تفویض کیا کہ وہ مشرق وسطیٰ کا بغرض ثقافت و خرید کتب دورہ کریں۔ ایران، عراق، شام، لبنان، ترکی، مصر، تیونس اور مراکش تشریف لے جائیں اور وہاں سے ادارے کے لئے کتابیں خریدیں۔ وزارت تعلیم کے ارباب حل وعقد یہ بات بخوبی جانتے تھے کہ اس کام کے لئے اس وقت پاک و ہند میں ان سے زیادہ موزوں اور بہتر کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔ انہیں کتابوں، قدیم قلمی نسخوں اور مسودات کی معلومات پر غیر معمولی حد تک عبور حاصل تھا۔ یورپ اور عرب ممالک کے علماء بھی اس بات کو بخوبی جانتے اور مانتے تھے کہ اسلامی یادگاروں سے اتنا زیادہ اور کوئی باخبر نہیں چنانچہ انہوں نے ایران، عراق، شام، لبنان، ترکی، مصر، تیونس اور مراکش کا سفر اختیار کیا۔ تو تنہا صبح سات بجے سے رات کے دس بجے تک کتب خانے کھنگالتے اور کتب فروشوں کے ہاں کتابوں کی تلاش کے سلسلے میں خاک چھانتے جس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے یہ سفر اختیار کئے تھے۔ اس میں انہیں غیر معمولی کامیابی ہوئی اور تقریباً پچپن ہزار روپے میں پانچ چھ ہزار قیمتی کتابیں، قدیم قلمی نسخے، دستاویزات اور فوٹو اسٹیٹس حاصل کئے۔ جو ان کی ذاتی سمجھ اور تبحر کی وجہ سے انہیں بہت ہی کم قیمت پر دستیاب ہو گئے۔ ان کے کہنے کے مطابق اس وقت ان

نوادرات کی قیمت کا اندازہ دو لاکھ سے اوپر تھا۔

جب والد محترم سعودی عرب پہنچے تو ریاض کے ہفت روزہ "الیمامہ" مورخہ، جولائی ۱۹۵۰ء میں ان کے متعلق ایک مضمون چھپا۔ اس ہفت روزہ نے اس سوالیہ انداز میں ان کا خیر مقدم کیا۔ "دنیا میں کون قدردانی اور قدر شناسی کا مستحق ہے بمقابلہ اس شخص کے جس نے اپنی ساری زندگی عربوں، ان کی زبان اور ان کے ادب کی خدمت میں بتادی؟" آگے چل کر پھر تحریر ہے "عربی ادب کی میراث میں تکلیف دہ حد تک محنت طلب تحقیق اور مطبوعات کے اعتراف کا کون فرد مستحق اور لائق خراج تحسین ہو سکتا ہے۔ بجز علامہ استاد المیمنی کے جنہوں نے اس عظیم زبان و ادب کی محبت کے سبب بہت زیادہ تکالیف اٹھائیں اور عربی زبان کے شاہکاروں کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ انہوں نے ہندوستان، ترکی، شام اور مصر وغیرہ کا سفر اختیار کیا اور عربی زبان کے نادر قلمی نسخوں اور دستاویزات کا کھوج لگایا اور انہیں حاصل کیا۔ یہ سب تکالیف انہوں نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے نہیں بلکہ سب لوگوں کی بھلائی کے لئے برداشت کیں جس میں عرب بھی شامل ہیں۔"

اسی طرح دوسرے عرب ممالک میں والد محترم کا شاندار استقبال ہوا اور وہاں کے عربی، فرانسیسی اور انگریزی اخبارات میں ان کی آمد پر مضامین و قصائد چھپے۔ عرب ممالک میں جو ان کی پذیرائی ہوئی اور وہاں ان کی آمد سے پاکستانی سفارت خانوں کی اہمیت پر جو اثر پڑا اور جس طرح سفارت خانوں میں علماء، ادباء اور وزراء کا جمگھٹا لگا رہتا تھا اس کے پاکستانی سفارت خانے خود شاہد ہیں۔ والد محترم کے سلسلے میں جو وہاں جلسے منعقد ہوئے اور جو ضیافتیں دی گئیں ان سے ملک کا وقار بلند ہوا اور اسے عزت حاصل ہوئی۔

۱۹۵۰ء میں بہار ہاؤسنگ سوسائٹی کے علاقے شرف آباد کراچی میں ایک عمارت بعوض پانچ صد روپیہ ماہوار کرایہ پر حاصل کی گئی اور اس میں مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی کا قیام عمل میں آیا اور کچھ مختصر انتظامی عملہ بھی بھرتی کیا گیا جن میں ایک اعزازی لائبریرین بھی شامل تھا۔ ادارے کا عربی نام "ادارۃ التحقیقات الاسلامیۃ المرکزیۃ" والد محترم نے ادارے کی تنظیمی جماعت کے پہلے جلسے میں جو ۱۲ مارچ ۱۹۵۰ء کو منعقد ہوا تھا تجویز کیا تھا جسے "تحقیقات" کا لفظ حذف کر کے ادارۃ الاسلامیۃ المرکزیۃ کے نام سے قبول کر لیا گیا تھا۔ اس کا موجودہ نام وہی ہے جو والد صاحب نے پیش کیا تھا یعنی ادارۂ تحقیقات اسلامی

جس میں ضرورت کے پیشِ نظر "مرکزی" کا لفظ حذف کر دیا گیا ہے۔

۱۹۶۰ء کے اوائل تک ادارے کے کتب خانے میں تقریباً پانچ چھ ہزار کتابوں کا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ انہیں صحیح طور پر ترتیب دیا گیا اور فہرستیں تیار کی گئیں اور اب یہ اس قابل ہو گیا تھا کہ اسلام پر کام کرنے والے حضرات کی تحقیقی ضروریات کو پورا کر سکے۔ ادارے میں اس وقت بجز والد محترم کے کوئی اور تحقیقی کام کرنے والا نہ تھا اور اس سلسلے میں مزید تقرریوں کی سخت ضرورت تھی۔ چونکہ تقرریاں چند مجبوریوں کے تحت نہ ہو پائی تھیں اس لئے ادارے کی لائبریری نے نجی علمی کام کرنے والوں اور یونیورسٹی کے طلبا کو تحقیقی کام میں سہولت اور مدد دینا شروع کر دیا تھا۔ اس کتب خانے نے پنجاب یونیورسٹی کے ایک استاد کو ان کے کام "عربی کی ضرب الامثال" پر قیمتی مواد فراہم کیا۔ اسی طرح علی گڑھ یونیورسٹی کے ایک طالب العلم کو اس کے کام "سید جمال الدین افغانی" پر یہیں سے مواد ملا۔ جناب عبدالحلیم چشتی نے جن کا تعلق لیاقت نیشنل لائبریری سے تھا اور جن کے مضامین "امام صاغانی لاہوری۔ ان کی زندگی اور ان کے کارہائے نمایاں" رسالہ معارف اعظم گڑھ (ہندوستان) میں چھپے تھے اپنے کام کے سلسلے میں اسی کتب خانہ سے استفادہ کیا تھا۔

ادارے میں جو حضرات تحقیق کی غرض سے تشریف لاتے تھے والد محترم ان کی رہنمائی اور مدد فرماتے تھے۔ انہوں نے کراچی یونیورسٹی کے ایم۔ اے کے طالب علم کے تحقیقی کام "کتاب الزہرہ" میں اس کی رہنمائی کی اور اسی یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی کے ایک طالب علم کے مقالے "سلجوقی دور" میں اس کی مدد فرمائی۔

اسلامی ممالک مثلاً نائیجریا، عراق، لبنان وغیرہ سے جو ثقافتی مندوبین ادارے میں تشریف لائے تھے انہوں نے کتابوں کے اس ذخیرے کی بہت تعریف کی تھی اور اس سلسلہ میں والد محترم کی کاوشوں کو بہت سراہا تھا۔ اور اسی طرح سے ادارے کی تنظیمی جماعت کے نمائندے بھی جو وہاں اکثر معائنے کی غرض سے تشریف لاتے تھے۔ والد محترم کی خدمات کا اعتراف کرتے تھے۔ اس وقت کے وزیر تعلیم بھی معائنے کی غرض سے ایک مرتبہ ادارے میں تشریف لائے تھے اور کتب خانے کو دیکھ کر کتابوں کے حصول میں ان کی عرق ریزی کی داد دی تھی۔

اس زمانہ میں یہ ادارہ حکومت میں چند تبدیلیوں اور عدم توجہی کے سبب مزید ترقی نہ کر سکا۔ والد

محترم کراچی یونیورسٹی سے منسلک ہونے کے ساتھ ساتھ ادارے کے فرائض بحیثیت اعزازی افسر برائے نگرانی انجام دیا کرتے تھے۔ انہوں نے ۳۱ مارچ ۱۹۵۹ء سے کراچی یونیورسٹی سے اپنا تعلق منقطع کر لیا اور کل وقتی طور پر ادارے کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ ۱۸ جون ۱۹۶۰ء سے والد محترم اپنے عہدے سے سبکدوش ہو گئے اور ادارے کی نگرانی ملک کے نامور مورخ اور کراچی یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر

اشتیاق حسین قریشی کو سونپ دی گئی۔ تحقیقی رہنمائی کے علاوہ والد محترم کی خدمات کا اعتراف ادارے کے وہ قلمی مصور اور مطبوع جواہرات ہیں جن کو انہوں نے اسلامی ممالک کے کونے کونے سے تلاش کر کے اس کتب خانے کو مزین کیا تھا۔ تحقیق کے شیدائی اس خزانے سے جتنا زیادہ فیضیاب ہوں گے اتنا ہی ان کی کاوشوں کا یہ بہترین صلہ ہوگا۔